

ہے اور پھر جس تیز رفتار کے ساتھ وہ بندوق سے نشانہ تک (تقریباً ۵ گز فی سکنڈ) راستہ طے کرتی ہے اس کی بنا پر وہ کوئی ٹھنڈا سنگریزہ نہیں رہتی، بلکہ اچھی خاصی نرم اور تقریباً نوکدار ہو کر حجم کو چھیدتی ہوئی اس میں گھسیتی ہے اور پھر اس سے خون بہہ کر جانور مرتا ہے۔ یہ عمل شکاری جانور کے ناخنوں اور کھلیوں اور معرا یا لکڑی کی سیخ کا سرا چھینے سے کچھ بہت زیادہ مختلف نہیں ہوتا، بلکہ خون بہانے میں بعید نہیں کہ ان سے زیادہ ہی کارگر ہو۔

ان وجوہ سے میری رائے میں اگر خدا کا نام لے کر بندوق چلائی جائے اور اس کی کوئی پاپھرتے سے جانور مر جائے تو اس کے حلال نہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ لیکن اگر کسی شخص کا اس پر اطمینان نہ ہو اور وہ اس کو حرام ہی سمجھتا ہو تو مجھے اس پر بھی اصرار نہیں ہے کہ وہ ضرور اسے حلال مانے اور واجب ہے کہ اسے کھائے۔ میرا اجتہاد میرے لیے قابل عمل ہے اور دوسروں کا اجتہاد یا کسی مجتہد کا اتباع اُن کے لیے اس اجتہادی اختلاف سے اگرچہ میرے اور ان کے درمیان حرام و حلال کا اختلاف ہو جاتا ہے، مگر اس کے باوجود دونوں فریق ایک ہی دین میں رہتے ہیں، الگ الگ دینوں کے پیرو نہیں ہو جاتے۔

تحقیق حدیث دجال

سوال :- ترجمان القرآن جلد ۲۴، عدد ۳، ۴ میں ایک سوال تھا کہ کھانے دجال کے متعلق مشہور ہے کہ وہ کہیں مقید ہے، تو آخر کونسی جگہ ہے؟ آج دنیا کا کوئی انسان نے چھان اٹا ہے، پھر کیوں کھانے دجال کا پتہ نہیں چلتا؟ اس کا جواب آپ کی طرف سے یہ دیا گیا کہ کھانا دجال وغیرہ قرآن نے میں جن کی کوئی شرعی حیثیت نہیں ہے۔ لیکن جہاں تک مجھے معلوم ہے کہ کم از کم تیس روایات ہیں دجال کا تذکرہ موجود ہے جس کی تصدیق بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، شرح السنہ، بیہقی کے ملاحظہ سے کی جاسکتی ہے۔ پھر آپ کا جواب کس سند پر مبنی ہے۔

جواب :- میں نے جس چیز کو افسانہ قرار دیا ہے وہ یہ خیال ہے کہ دجال کہیں مقید ہے۔ باقی رہا یہ امر کہ ایک بڑا فتنہ پرواز (الدجال) ظاہر ہونے والا ہے، تو اس کے متعلق احادیث میں جو خبر دی گئی ہے،

میں اُس کا قائل ہوں اور ہمیشہ اپنی نماز میں وہ دعائے ماثورہ پڑھا کرتا ہوں جس میں منجملہ دوسرے لغو ذات کے ایک یہ بھی ہے کہ اخذ بک من فتنة المسيح الدجال۔

دجال کے متعلق جتنی احادیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں ان کے مضمون پر مجموعی نظر ڈالنے سے یہ بات صاف واضح ہو جاتی ہے کہ حضور کو اللہ کی طرف سے اس معاملہ میں جو علم ملا تھا وہ صرف اس حد تک تھا کہ ایک بڑا دجال ظاہر ہونے والا ہے۔ اس کی یہ اور یہ صفات ہوں گی، اور وہ ان ان خصوصیات کا حامل ہوگا۔ لیکن یہ آپ کو نہیں بتایا گیا کہ وہ کب ظاہر ہوگا، کہاں ظاہر ہوگا، اور یہ کہ آیا وہ آپ کے عہد میں پیدا ہو چکا ہے یا آپ کے بعد کسی بعید زمانہ میں پیدا ہونے والا ہے۔ ان امور کے متعلق جو مختلف باتیں حضور سے احادیث میں منقول ہیں وہ دراصل آپ کے قیاسات ہیں جن کے بارے میں آپ خود شک میں تھے۔ کبھی ایسے بیانیہ تاثر فرمایا کہ دجال خراسان سے اٹھے گا کبھی یہ کہ ہندوستان اور کبھی یہ کہ شام و عراق کے درمیانی علاقہ۔ پچھلے نبی آپ ابن مریم نامی اکامیو وہاں گئے جو جزیرہ (غالبا سمرقند) پر آباد تھے اور ان کا شمار یہودیوں میں تھا۔ اور آخری روایت یہ ہے کہ وہ جزیرہ عرب میں ایک عیسائی ملک (نیم دور) سے اٹھے گا۔ اگر اسلام قبل کیے اور آپ کو یہ قسم نہ دیا کہ ایک مرتبہ وہ سمرقند میں اٹھ کر دیکھ لیا ہے اور یہاں پر عرب میں سفر کرتے ہوئے ایک غیر آباد جزیرے میں پہنچے اور وہاں ان کی ملاقات ایک عجیب شخص سے ہوئی اور اس نے انہیں بتایا کہ وہ خود ہی دجال ہے، تو آپ نے ان کے بیان کو بھی غلط اور کرنے کی کوئی وجہ نہ سمجھی، البتہ اس پر اپنے شک کا اظہار فرمادیا کہ اس بیان کی رو سے دجال بحرِ روم یا بحرِ عرب میں ہے مگر میں خیال کرتا ہوں کہ وہ مشرق سے ظاہر ہوگا۔

یہ ترمذی و اول تو خود ظاہر کرتا ہے کہ یہ باتیں آپ نے علم وحی کی بنا پر نہیں فرمائی تھیں بلکہ اپنے گمان کی بنا پر فرمائی تھیں، اور آپ کا گمان وہ چیز نہیں ہے جس کے صحیح نہ ثابت ہونے سے آپ کی نبوت پر کوئی حرج آتا ہو، یا جس پر ایمان لانے کے لیے ہم مکلف کیے گئے ہوں۔ پھر جبکہ بعد کے واقعات سے ان باتوں کی تردید بھی ہو چکی ہے جو اس سند میں آپ نے گمان کی بنا پر فرمائی تھیں تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ خواہ مخواہ ان عقائد میں داخل رکھنے پر اصرار کیا جائے۔ ابنِ صیاد پر آپ کو شبہ ہوا تھا کہ شاید وہی دجال ہو، اور حضرت عمر نے تو قسم بھی کھائی تھی کہ یہی دجال ہے، مگر بعد میں وہ مسلمان ہوا، حرمین میں رہا، اچھا

میں مرا اور اس کی ناز و جنازہ مسلمانوں نے پڑھی۔ اب اس کی کیا گنجائش باقی رہ گئی کہ آج تک ابن حیا و پردہ جال ہونے کا شبہ کیا جاتا رہے؟ تنجیم داری کے بیان کو حضور نے اس وقت تقریباً صحیح سمجھا تھا، مگر کیا ساڑھے تیرہ سو برس تک بھی اس شخص کا ظاہر نہ ہونا جسے حضرت تمیم نے جزیرے میں محبوس دیکھا تھا یہ ثابت کرنے کے لیے کافی نہیں ہے کہ اس نے اپنے دجال ہونے کی جو خبر حضرت تمیم کو دی تھی وہ صحیح نہ تھی؛ حضور کو اپنے زمانہ میں یہ اندیشہ تھا کہ شاید دجال آپ کے عہد ہی میں ظاہر ہو جائے یا آپ کے بعد کسی قریبی زمانہ میں ظاہر ہو، لیکن کیا ساڑھے تیرہ سو برس کی تاریخ نے یہ ثابت نہیں کر دیا کہ حضور کا یہ اندیشہ صحیح نہ تھا؟ اب ان چیزوں کو اس طرح نقل و روایت کیے جانا کہ گویا یہ بھی اسلامی عقائد ہیں، از تو اسلام کی صحیح نمائندگی ہے اور نہ اسے حدیث ہی کا صحیح فہم کہا جاسکتا ہے۔ جیسا کہ میں عرض کر چکا ہوں، اس قسم کے معاملات میں نبی کے قیاس و گمان کا درست نہ نکلنا ہرگز منصب نبوت پر طعن کا موجب نہیں ہے، از اس سے عصمت انبیاء کے عقیدے پر کوئی اثر نہ آتا ہے۔ اور نہ ایسی چیزوں پر ایمان لانے کے لیے شریعت نے ہم کو مکلف کیا ہے۔ اس اصولی حقیقت کو، برتنخل والی حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم خود واضح فرما چکے ہیں۔

دو شبہات

سوال :- میں نے پورے اخلاص و دیانت کے ساتھ آپ کی دعوت کا مطالعہ کیا ہے جس کے نتیجے میں یہ اقرار کرتا ہوں کہ اسوۂ اکرامت جماعت اسلامی ہی کا مسلک صحیح ہے۔ آپ کے نظریہ کو قبول کرنا اور دوسروں میں پھیلا نا ہر مسلمان کا فرض ہے۔ میرا ایمان ہے کہ اس دور میں ایمان کو سلامتی کے ساتھ لے چلنے کے لیے صرف جماعت اسلامی ہی کی راہ اختیار کی جاسکتی ہے۔ چنانچہ میں ان دنوں اپنے آپ کو اس جماعت کے حوالے کر دینے پر تامل کیا تھا، مگر ترجمان میں ایک دو چیزیں ایسی نظر سے گذریں کہ مزید غور و تامل کا فیصلہ کرنا پڑا۔ میں نکتہ چیں اور معترض نہیں ہوں، بلکہ حیران و سرگرداں مسافر کی حیثیت میں، جسے اپنی منزل مقصود کی محبت میں نہیں لینے دیتی، آپ کے اطمینان حاصل کرنا چاہتا ہوں۔

مشاورہ مسائل کے متعلق میری گزارشات پر غور فرمائیے۔